معراج النبی ﷺ کی ایک حکمت!

انجینئر مختار فاروقی
مدیر ماہنامہ حکمتِ بالغہ، جھنگ

(پیغمبر ﷺ ہر چہ گفت، دیدہ گفت)

● سماعت و بصارت کی صلاحیتیں عطائے خداوندی ہیں اور انسانی بصیرت اور اِذعان کے فروغ کے لیے بے حد اہم سماعت کا آلہ کان ہے اور بصارت آنکھ کا وظیفہ ہے اور سمع و بصر کی صلاحیتیں کارِدنیا کی انجام دہی میں ہر سطح پر بہت اہمیت کی حامل ہیں۔

● یہ بات بھی انسانی تجربہ سے سامنے آتی ہے کہ اگرچہ سماعت (یعنی کسی واقعہ اور حقیقت کے بارے میں سن لینا) بھی نہ سننے سے بہتر ہے، مگر سننے سے جس درجے کا یقین پیدا ہوتا ہے وہ کسی واقعہ اور حقیقت کو دیکھنے جیسے یقین واطمینان کا حامل نہیں ہوتا، اسی لیے فارسی زبان کی یہ کہاوت حکمت کا ایک موتی ہے کہ ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ؟'' یعنی ''سنی ہوئی بات آنکھ سے دیکھی ہوئی بات کے کیسے برابر ہوسکتی ہے؟''

● اسی وجہ سے باصلاحیت انسان دور دراز کے سفر کر کے علاقوں، تہذیبوں، قبیلوں، زبانوں اور زمینی حقیقتوں کے بارے میں خود مشاہدہ کر کے معلومات جمع کرتے ہیں۔ اسی جذبے کے تحت یہ بات بھی آئے گی کہ کسی بڑی نامور شخصیت کی مختلف واسطوں سے سنی ہوئی بات کی بجائے مذکورہ بات خود اس سے کسی نے سنی ہو یا کسی بات کے کہنے والے اور سننے والے کے درمیان جتنے واسطے (راوی) کم ہوں گے اتنی ہی وہ بات ثقہ ہوگی۔

● علم کی تلاش اور حقیقت کی جستجو میں مگن طلبہ اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ہوں یا دینی مدارس اور جامعات میں تحصیلِ علم میں مشغول ہوں، سب کے لیے یہ بات نہایت اہم ہو جاتی ہے کہ سینئر اساتذہ جو پڑھا رہے ہیں وہ انہوں نے کہاں سے سیکھا ہے؟ اور کس کتاب کے مصنف سے

متعلق معلومات کس استاذ کے پاس کم سے کم واسطوں (راویوں) کے ذریعے پہنچی ہیں۔

- کلاس روم میں کوئی استاذ یہ فرمادے کہ میں نے اس کتاب کے مصنف کو دیکھا ہے، اس سے ملاقات کی ہے، اس سے مجھے شرف تلمذ حاصل ہے تو طلبہ متوجہ ہو جاتے ہیں اور بات کو غور سے سنتے ہیں کہ مصنف کے منشا اور مقصود کو یہ استاذ بہت بہتر انداز میں سمجھتے ہیں، اور یہ ان کا اعزاز ہے۔
- مزید برآں کوئی استاذ کلاس میں یہ بیان کردے کہ کسی صفحہ پر جو فلاں علاقہ، مقام اور تاریخی عمارت کا ذکر ہے، وہ میں نے خود جا کر دیکھی ہے تو نتیجتاً طلبہ کا شوق سماعت دیدنی ہو جاتا ہے اور ہمہ تن متوجہ ہو کر سنتے ہیں۔

....

- اوپر درج چند بنیادی باتوں کو ذہن میں رکھ کر جب ایک مسلمان (یا حق کا متلاشی کوئی غیر مسلم) قرآن پڑھتا ہے اور ساتھ ہی اُسے ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے واقعۂ معراج سے متعلق بھی معلوم ہو تو جو وعظ آپ ﷺ نے فرمائے، ان کا براہِ راست اثر (IMPACT) اس کی فطرت اور باطنی کیفیات پر پڑتا ہے۔ تصور کیا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے سامعین (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کتنے انہماک اور توجہ سے سنتے ہوں گے اور بات عین الیقین تک پہنچ جاتی تھی، مثلاً حضرت محمد ﷺ نے قرآن مجید کے وہ حصے بیان فرمائے جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات ہیں یا مسجد اقصیٰ کا ذکر فرمایا، یا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق آیات تلاوت فرمائیں، ساتھ ہی یہ بات معراج کے حوالے سے سامنے رہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ان سے گفتگو ہوئی ہے اور خاصی بے تکلفانہ گفتگو رہی، مسجد اقصیٰ میں نے دیکھی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے میں ملا ہوں، حضرت آدم علیہ السلام سے ملا ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملا ہوں، تو آپ ﷺ کے اندازِ گفتگو میں اذعان و یقین اور ASSERTION کا درجہ امکانی حد تک ثریا سے بھی بلند ہو گیا ہے کہ یہ کوئی سنی سنائی بات نہیں ہے، بلکہ حقیقت ہے کہ ان انبیاء کرام علیہم السلام سے میری ملاقات آسمانوں پر ہوئی، مسجد اقصیٰ میں میں نے تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت کی ہے۔
- آپ ﷺ کو وحیِ خداوندی یعنی ''وحیِ جلی'' اور ''وحیِ خفی'' پر جتنا یقین آپ کی شان کے مطابق تھا، وہ اپنی جگہ، پھر اس میں اہم شخصیات سے ملاقات اور اہم مقامات کی ''سیر'' اور ''مشاہدہ'' نے اس یقین کو مزید آبدار بنا دیا تھا، تا کہ آپ ﷺ جو بات فرمائیں، وہ اتنے گہرے یقین سے فرمائیں کہ گویا یہ میرا مشاہدہ ہے تو اس یقین کا براہِ راست اثر سامعین کی سماعت پر ہوگا اور اسی درجے میں اعلیٰ

ایمان (آپ کے ان ''چشم دیدہ'' حقائق کے بیان سے) آپ ﷺ کے مخاطبین میں پیدا ہونا ایک ایسی فطری بات ہے جس کا انکار ممکن نہیں (وہ سامعین جو سننا ہی نہیں چاہتے تھے یا بنی اسرائیل یعنی یہود سے مراسم کی وجہ سے ان سے متاثر تھے اور منافق تھے، ان کے علاوہ) تمام مخلص متلاشیانِ حق اس اندازِ گفتگو اور اظہارِ حقیقت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

● قارئین کرام! ذرا سوچیے کہ آپ ﷺ نے قرآن مجید لوگوں کو پڑھایا، اس میں جنت کا ذکر آیا ہے اور دوزخ کا ذکر آیا ہے۔ یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ آپ ﷺ کے مہبطِ وحی ہونے کے ناطے اور آپ ﷺ کی خداداد اعلیٰ انسانی صلاحیتوں کی بنا پر آپ ﷺ حتمی یقین کے ساتھ یہ بات بیان فرما کر اپنے سامعین کے دل موہ لیتے تھے۔ ہر استاذ، مربی، مرشد اور شیخ کے اندازِ گفتگو میں زیرِ تربیت لوگوں کے لیے لہجہ ہی متاثر کرتا ہے، ایک عام آدمی آج جنت اور دوزخ کی بات کرے تو اس کا یقین اس کے لہجے سے چھلکے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یقین ان کے لہجے سے چھلکتا تھا اور حضرت محمد ﷺ کا ہمالیہ جیسا یقین بھی ان کے لہجے ہی سے چھلکتا تھا اور ہر سامع کو گھائل کر دیتا تھا۔ یہ عین الیقین تھا، جس پر حق الیقین کا گمان ہونا فطری امر ہے۔

● اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اندازِ گفتگو اور لب ولہجہ کو بے مثال اور اعلیٰ ترین درجے کی شان کا حامل بنانے کے لیے آپ ﷺ کو شبِ معراج میں جنت، دوزخ، سدرۃ المنتہیٰ کی سیر کرائی۔ زمین سے پہلے آسمان تک کی حقیقتوں سے آشنا کر کے حق کی معرفت کے وجدان سے مالا مال کر دیا، کائنات کی ''حقیقت'' کو روبرو کر دیا تھا، گویا وقت کے ساتھ سائنسی اور انسانی تجرباتی علوم کے انکشافات کو اللہ تعالیٰ کا ''فعل'' دیکھنا ضروری ہے۔

● گویا آپ ﷺ نے قرآن مجید کی جو تشریح فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہم تک احادیث کی صورت میں پہنچی، وہ ایک ایسے کامل ترین انسان کی آپ بیتی اور بچشمِ سر مشاہدہ پر مبنی ہے، جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اعلیٰ فہم کے درجات کے مطابق (جو غیر انبیاء کو حاصل ہو سکتے ہیں اور کبھی ہیں) سمجھا، یاد رکھا اور بیان کیا، تا آنکہ آج ہمارے پاس محفوظ بھی ہے۔

● یہ بات حتمی ہے کہ مشاہدۂ حق کے بارے میں آپ ﷺ سے پہلے اور آپ ﷺ کے بعد قرآن مجید کے حقائق و معارف کا ایسا بیان ممکن ہی نہیں، بالفاظِ دیگر قرآن پاک میں مذکورہ ہر شخصیت، ہر تاریخی جگہ، تمام تاریخی آثار، ورثۃ الانبیاء سے آپ ﷺ کو آگہی بخشی گئی اور شعوری (بحالت بیداری) ادراک عطا فرمایا گیا۔

● قرآن مجید کے بھیجنے والے خود خالقِ کائنات نے آپ ﷺ کو اعلیٰ ترین انسانی سطح پر ممکنہ ملاقات کا اعزاز بخشا، جسے ہمارے بعض اکابرین دیدارِ خداوندی کہہ دیتے ہیں اور بعض اسی کیفیت کو دیدار قرار نہیں دیتے (واللہ اعلم)۔ کلامِ خداوندی اور وحیِ خداوندی کا مہبط ہونے اور آخری کلام کا وصول کنندہ (RECIPIENT) ہونے کے شرف پر اضافی طور پر ''خاص کیفیت'' کے ساتھ ملاقات (جسے عام انسانی محسوسات کسی درجے میں تصور نہیں کر سکتے) سے بہرہ یاب فرمادیا، اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔ آپ ﷺ کی اس ملاقات کا معاملہ یقیناً جنت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی کیفیات کے مقابلے میں ''عکوس فی المرایا'' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اظہارِ شوقِ دیدارِ الٰہی کے جواب کے تابع ہی ہیں، اس فرق کے ساتھ کہ ان تجلیات کی وجہ سے آپ ﷺ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی کیفیات سامنے نہیں آئیں)۔

● مزید برآں آپ ﷺ کی نبوت ورسالت چونکہ تا قیامت ہے، لہٰذا مستقبل کے حالات اور وقت کے ساتھ ساتھ سائنسی انکشافات اور انسانی علوم کی فراوانی کے نتیجے میں (جیسے آج ہے) جو نئے نئے فتنے جنم لیں گے، تباہ کن ہتھیار بنیں گے، علوم کی ترقی سے مصنوعی موسم، مصنوعی وائرس، مصنوعی جراثیم اور مصنوعی بیماریاں، مصنوعی بارشیں، مصنوعی خشک سالی، مصنوعی خوراک، مصنوعی اور فرضی جنگیں، اسلحے کی تیاری اور فروخت کا مقابلہ، سودی کاروبار کی لعنت، بے حیائی، بے لباسی، عریانیت، شراب، منشیات جیسے انسان دشمن فتنے سر اُٹھائیں گے، اللہ کے رسول ﷺ نے ان فتنوں سے آگاہی بھی عطا فرمائی۔ آپ ﷺ کو قیامت تک اور جنت کے داخلے اور جنت کے حالات بھی مشاہدہ کرائے گئے، تاکہ آپ ﷺ ''پیغمبر ہرچہ گوید دیدہ گوید'' کے مصداق' تن ورتی، آپ بیتی اور آنکھوں دیکھی ان کیفیات کو زبان پر لائیں اور یقین سے لوگوں کو دعوت دیں۔

● اسی خلائی سفر کے آغاز میں زمین سے بلند ہوکر جلد ہی آپ ﷺ نے جو منظر دیکھا اور زمین کا ایک دور سے نظارہ فرمایا، اس کا آپ ﷺ نے اس روح افزا انداز میں تذکرہ فرمایا ہے:

''إِنَّ اللهَ زَوٰى لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا، وَ إِنَّ أُمَّتِيْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِيْ مِنْهَا۔'' (مسلم، عن ثوبانؓ)

''بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا، چنانچہ میں نے اس کے تمام مشارق ومغارب دیکھے اور یقیناً میری اُمت کا اقتدار وہاں تک پہنچے گا جہاں تک زمین کو میرے لیے لپیٹا گیا۔''

یہ فرمان اُن خوش خبریوں میں سے ایک ہے جس میں آپ ﷺ نے قربِ قیامت میں اسلام کے عالمی غلبے اور نظامِ خلافت کے قیام کی خبر دی ہے۔